4815CH08

ایورسٹ کی فتح

بچھندری پال

بچھندری پال کا سال پیدائش 1954 ہے۔ ان کے والد ہندوستان اور تبت کی سرحد پر اناج کے بیوپاری تھے۔ شادی کے بعد انھوں نے اتر کاشی (اتراکھنڈ) کے مقام پر رہائش اختیار کر لی۔ وہیں بچھندری پال کا جنم ہوا۔ بچھندری کو قدرتی مناظر، خاص کر پہاڑوں سے فطری دل چسپی تھی۔ مزاجاً وہ بہت حوصلہ مند اور نڈر تھیں۔ انھوں نے اسکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد سنسکرت میں ایم۔اے، پھر بی ایڈ کا امتحان پاس کیا۔

1982 میں انھوں نے اپنی کوہ پائی کے شوق کی وجہ سے گنگوتری اور رودوگیرا کی بلندی تک پہنچنے میں کامیابی حاصل کی۔ 1984 میں وہ ایورسٹ کی مہم پر جانے والی ٹیم میں شامل ہو گئیں اور بالآخر اپنے مقصد میں کامیاب ہوئیں۔ بہت دنوں تک وہ ٹاٹا اسٹیل فاؤنڈیشن میں ڈپٹی ڈویژنل مینیجر کے عہدے پر فائز رہیں۔ یہ سبق ان کی آپ بیتی سے لیا گیا ہے۔

ایورسٹ کے لیے ہماری ٹیم 7 ؍مارچ کو دہلی سے کٹھمنڈو کے لیے بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہوئی۔ کٹھمنڈو میں چند روز قیام رہا پھر ہم زیری کے لیے روانہ ہوئے۔ وہاں سے ہم مزے میں پیدل سفر کرتے ہوئے آٹھ دن میں نامچے بازار پہنچے۔ نامچے بازار شیرپالینڈ کا اہم قصبہ ہے۔ یہیں میں نے پہلی بار ایورسٹ کو دیکھا تھا۔ نیپالی لوگ اسے 'ساگرمتھا' کہتے ہیں۔ ایورسٹ پر ٹکٹکی باندھے ہوئے میں برف کے ایک بہت بڑے طرّے کو دیکھ سکتی تھی جو چوٹی سے ایک پھریرے کی طرح لہراتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ برف کا یہ پھریرا دس کلومیٹر یا اس سے بھی زیادہ لمبا ہو سکتا ہے۔

© NCERT not to be republished

ایک دن یہاں رُکنے کے بعد ہم مشہور تھیانگ بوچھے مٹھ پہنچے۔ یہاں لاما نے ہمارے لیے کامیابی اور بخیریت واپسی کے لیے دعا مانگی۔ ہم نے یہاں دو روز قیام کیا۔ اس کے بعد ہم پھریچے پہنچے۔

26؍مارچ کو جب ہم پھریچے پہنچے تو ہمیں ایک دہشت انگیز خبر ملی۔ برفانی جھکڑ میں ایک شیرپا قلی ہلاک ہو گیا تھا۔ ہماری مہم کے سربراہ کرنل کھلّر نے اس بات کو محسوس کر لیا تھا کہ اس خبر نے ہم سبھی کو افسردہ کر دیا ہے۔ انھوں نے کہا: ''کسی ایک حادثے سے ہمیں بے جا حد تک پریشان نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی اپنے ارادے میں کوئی کمزوری آنے دینا چاہیے۔''

صدر کیمپ پہنچنے سے پہلے ایک خراب خبر اور ملی تھی۔ کچن کے ایک ملازم کی موت ہو گئی تھی۔ رات کو ہم نے پڑاؤ گورکھ شیپ میں پڑاؤ ڈالا۔ ایورسٹ چوٹی کو میں دو بار پہلے بھی مگر ذرا فاصلے سے دیکھ چکی تھی۔ اگلے دن صدر کیمپ پہنچنے پر میں نے ایورسٹ پہاڑوں کے گُتھے ہوئے سلسلے اور اس کے ذیلی سلسلوں کو دیکھا۔ میں مبہوت کھڑی جمی ہوئی برف کے بے ترتیب ٹھوس دریا کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ ہم کھمبو گلیشیر کو ایک کلومیٹر سے کم فاصلے سے تقریباً چھ سو میٹر نیچے گرتا ہوا دیکھ سکتے تھے۔ گلیشیر یا برفشار جمی ہوئی برف کے میناروں اور تودوں کا گڈمڈ آبشار سا ہے۔ ہمیں بتایا گیا کہ گلیشیر کی نقل وحرکت سے اکثر برف میں زلزلے بپا ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں برف کی بڑی بڑی سِلیں وغیرہ تیزی سے نیچے گرنے لگتی ہیں۔

پہلا کیمپ چھ ہزار میٹر کی بلندی پر برفشار کے بس ذرا اوپر تھا۔ میں جلد سے جلد برفشار کے قریب پہنچنا چاہتی تھی۔ اسی شام میں اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ اس مقام تک جا پہنچی۔ ماہ اپریل میں جب میں صدر کیمپ میں تھی، تین سنگھ اپنی سب سے چھوٹی بیٹی ڈیکی کے ساتھ کیمپ میں تشریف لائے تھے۔ جب میں نے ان کو بتایا کہ میں قطعی نومشق ہوں اور ایورسٹ پر چڑھائی کی یہ میری پہلی مُہم ہے تو انھوں نے ہنس کر کہا ''ایورسٹ میری بھی پہلی مہم تھی لیکن چوٹی پر پہنچنے میں میں اپنی ساتویں کوشش میں کامیاب ہوا تھا۔''

16/15 مئی کو بدھ پورنیما تھی۔ اس رات ہم لہوتسے کی برفیلی پرتوں والی سیدھی ڈھلان پر خیمہ انداز تھے۔

© NCERT not to be republished

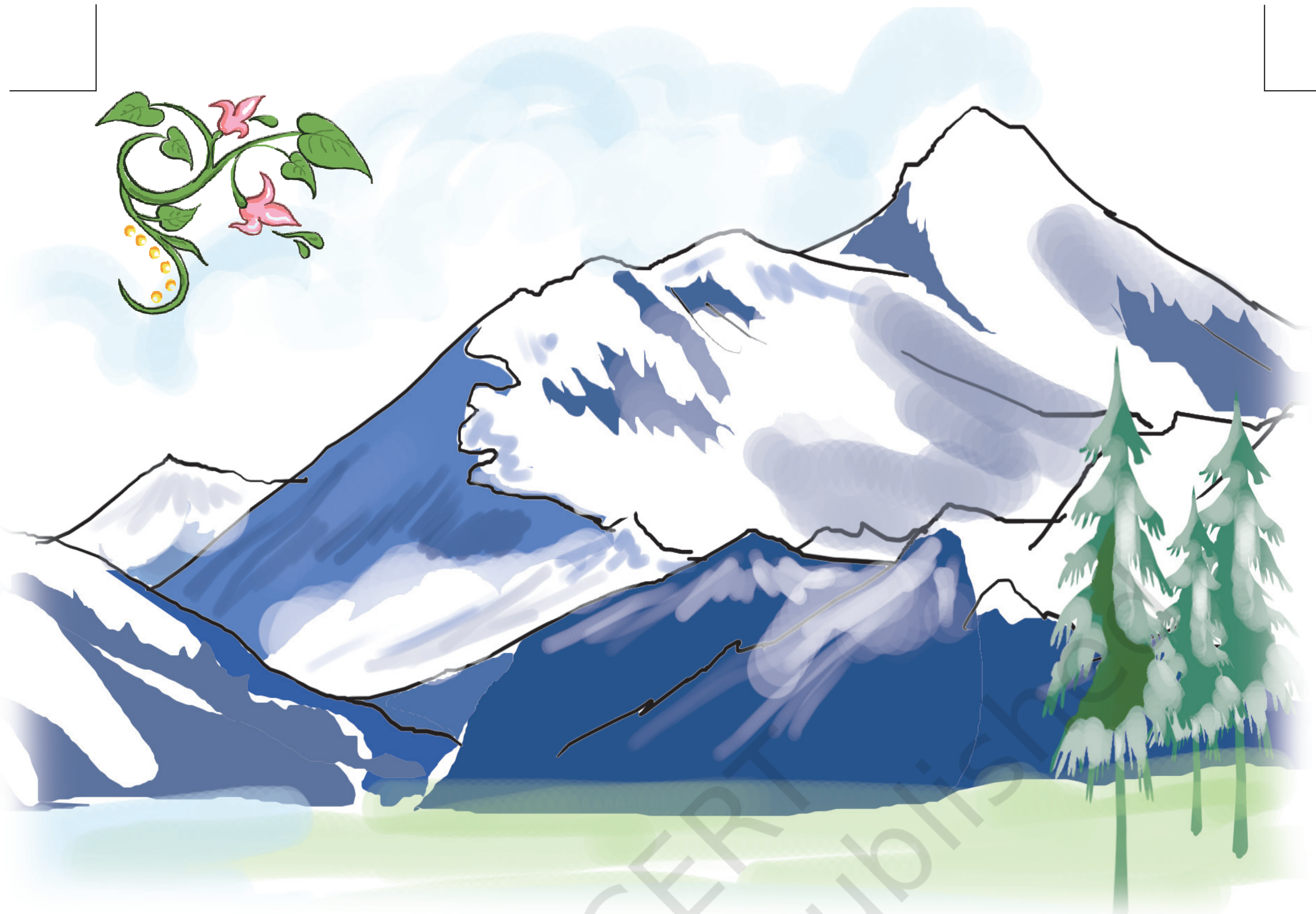

اس کیمپ میں میرے علاوہ دس افراد اور تھے۔ میں گہری نیند میں تھی۔ ساڑھے بارہ بجے کا عمل ہوگا کہ اچانک کوئی بھاری شے بڑے زور سے میرے سر کے پچھلے حصّے پر آ کر لگی جس نے مجھے جھنجھوڑ کر جگا دیا اور اس کے ساتھ ہی بڑا بھیانک دھماکہ ہوا۔ میں نے محسوس کیا کہ میں کسی بھاری شئے کے نیچے دبی چلی جا رہی ہوں۔ وہ شئے مجھے کُچلے دے رہی ہے۔ میں بہ مشکل سانس لے پا رہی تھی۔

آخر ہوا کیا تھا؟ لہوتسے گلیشیر کی برف کی ایک بڑی لاٹ جو ہمارے کیمپ کے عین اوپر تھی، ٹوٹ کر نیچے آ گری تھی۔ برف کے بے پناہ بڑے تودوں نے جمی ہوئی برف کو پاش پاش کر دیا تھا اور یہ تودے عمودی ڈھلان سے کسی ایکسپریس گاڑی کی رفتار سے اور بہرہ کرنے والی گھن گرج کے ساتھ نیچے گرنے لگے تھے۔ ہم میں سے ہر ایک کو چوٹیں آئیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہم میں سے کوئی ہلاک نہیں ہوا تھا۔ لوپسانگ نے اپنے سوئس چاقو کی مدد سے کسی طرح خیمے کو چاک کر دیا۔ وہ اس میں سے باہر نِکل آیا اور فوراً ہی مجھے بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ اگر ذرا سی تاخیر اور ہوتی تو موت یقینی تھی۔

© NCERT not to be republished

سارے خیمے تہس نہس ہو گئے تھے۔ کچن والا خیمہ البتہ صحیح سلامت تھا۔ میں اور لوپسانگ ہاتھ پیروں کے بل چلتے ہوئے وہاں پہنچے۔ اس وقت تک سبھی کچن والے خیمے میں یا اس کے قریب پہنچ چکے تھے۔ میں نے اپنے اولین طبّی امداد والے تھیلے سے ہر ایک کو درد دور کرنے والی گولیاں دیں۔ ان کے لیے گرما گرم چائے بنائی۔ میں نے کسی کی مدد کی تھی۔ اس احساس نے حواس پر طاری افسردگی اور بے دلی کو پرے جھٹک دیا۔

ہم نے صبح ہونے سے بہت پہلے ہی برف کھود کھود کر اپنا سامان نکالنا شروع کر دیا۔ جلد ہی امدادی ٹیمیں آ پہنچیں اور 16 مئی کے آٹھ بجے تک ہم تقریباً سبھی دوسرے کیمپ میں پہنچ چکے تھے۔ چوٹ لگنے سے میرے سر کے پیچھے جو گومڑ سا بن گیا تھا، اب دُکھنے لگا تھا۔ لیکن میں نے اپنی تکلیف کسی کو بتائی نہیں۔ ہماری ٹیم کے سبھی نو مردوں کو صدر کیمپ بھیجا جانا تھا۔ انھیں سخت چوٹیں آئی تھیں کرنل کھُلّر نے مجھ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ ''کیا تم بھی ڈر گئی تھیں؟'' میں نے جواب میں دھیرے سے کہا ''ہاں۔'' ''کیا تم بھی نیچے واپس جانا چاہتی ہو۔'' انھوں نے پوچھا۔ ''ہرگز نہیں۔'' میں نے بلا تامل جواب دیا۔

چوٹی کو سر کرنے کے لیے جانے والی دوسری ٹیم کی واحد خاتون ممبر ہونے کا شَرف میرے حصّے میں آیا۔ میں صبح سویرے چار بجے اُٹھ بیٹھی۔ کچھ برف پگھلائی اور چائے تیار کی اور بڑا ہلکا پھُلکا ناشتہ کیا۔ ساڑھے پانچ بجتے بجتے میں خیمے سے باہر نکل آئی۔ انگ ڈورجی باہر کھڑا تھا۔ اُس نے مجھ سے پوچھا ''کیا تم میرے ساتھ چلنا پسند کروگی؟'' مجھے ڈورجی پر البتہ بڑا اعتماد تھا۔ ایسا ہی اعتماد مجھے اپنی قوتِ برداشت اور کوہ پیمائی کی صلاحیت پر بھی تھا۔ ایک بات اور بھی تھی۔ اس وقت کوئی دوسرا چلنے کو تیار بھی نہیں تھا۔ اس وقت صبح کے چھ بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ دن پوری طرح نکل آیا تھا، ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ سردی بڑی شدید تھی میں کوہ پیمائی کے لباس میں البتہ اپنے آپ کو گرم اور محفوظ محسوس کر رہی تھی۔ ہم رسّہ باندھے بغیر چڑھ رہے تھے۔ جمی ہوئی برف سے ڈھکی کھڑی ڈھلانیں شیشے کی چادر کی طرح ٹھوس تھیں۔ ہمیں بار بار ''برف کدال'' کا سہارا لینا پڑ رہا تھا۔ پھر بھی مجھے کوئی دشواری نہیں ہو رہی تھی۔ ہم دو گھنٹے سے کم وقت میں چوٹی کیمپ میں پہنچ گئے۔ انگ ڈورجی نے پوچھا، کیا میں

تھک گئی ہوں اور جب میں نے نفی میں جواب دیا تو اُسے بڑی حیرانی ہوئی اور خوشی بھی۔

جنوبی چوٹی پر پہنچنے کے بعد ہوا تیز ہوگئی تھی۔ شدید پُر پیچ آندھی میں برف کے ذرّات برابر شامل ہو رہے تھے اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سلسلۂ کوہ چاقو کی دھار جیسا تھا۔ بال برابر چوک ہوئی اور قصّہ ختم۔ کسی بھی طرف لڑھک سکتے تھے۔ جنوبی چوٹی اور اس حصّے کے درمیان چڑھائی خاص طور پر خطرناک تھی جسے عام طور پر 'ہلاری اسٹیپ' کہتے ہیں۔ انگ ڈورجی نے ہاتھ سے چوٹی کی طرف اشارہ کیا اور اس کے ساتھ ہی ایک خوشی سی رگ وپے میں دوڑ گئی۔ منزل اتنی قریب تھی۔ دل میں ایک نیا جوش بھر گیا تھا اور میں محض چند سیکنڈوں میں اسٹیپ کے اوپر پہنچ گئی تھی۔ سورج کی شعاعوں نے برف کو نرم بنا دیا تھا۔ پچھلے کی نسبت اس حصّے پر چڑھنا زیادہ آسان تھا۔

کچھ دیر تک ہم برف کے ذرّات والی تیز آندھی میں کھڑے رہے پھر ہم نے دیکھا کہ آندھی کا زور گھٹنے لگا ہے۔ چند ہی قدم چلنے کے بعد میں نے دیکھا، چڑھائی بس دو چار میٹر اور تھی۔ میرے دل کی دھڑکن رک سی گئی

© NCERT not to be republished

تھی۔ میں نے محسوس کیا، کامیابی میرے پاؤں چومنے کو ہے۔ اور 23/مئی کو ایک بجکر سات منٹ پر میں ایوریسٹ کی چوٹی پر کھڑی ہوئی تھی۔ میں پہلی ہندوستانی عورت تھی جس نے یہ کارنامہ انجام دیا تھا۔

(بچندری پال)

سوالات

1. ناچے بازار کہاں ہے۔ نیپالی لوگ اُسے کیا کہتے ہیں؟
2. مُصنّفہ کے لیے لاما نے کیا دُعا کی؟
3. مُہم کے سربراہ کرنل کُھلّر نے کیا مشورہ دیا؟
4. گلیشیر کیا ہوتا ہے؟
5. مصنفہ کی ایوریسٹ پر جانے کی کونسی مُہم تھی؟
6. لہوتسے میں مصنفہ کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا؟
7. ہلاری اسٹیپ کیسا تھا؟
8. مصنّفہ کس تاریخ کو اور کس وقت ایوریسٹ کی چوٹی پر پہنچی؟

© NCERT not to be republished